Al-Marjān Research Journal
Open Access
Al-Marjān Research Journal
ISSN(E): 3006-0370
ISSN(P): 3006-0362
al-marjan.com.pk

Imām Ibn Taymiyyah: A Research-Based Review of His Life, Reformative Services, and Revitalizing Contributions

امام ابن تیمیہؒ: تعارف، اصلاحی خدمات اور تجدیدی کارناموں کا تحقیقی جائزہ

Authors

1. Muhammad Zeb khan Qazi
Ph.D. Scholar, Department of Islamic Studies, Qurtuba University of Science & Information Technology Peshawar, Pakistan
zaibqazi2020@gmail.com

2. Sumaira Bashir
Ph.D. Scholar, Department and Islamic studies, The University of Lahore,Lahore, Pakistan

Citation

Qazi, Muhammad Zeb khan and Sumaira Bashir " Imām Ibn Taymiyyah: A Research-Based Review of His Life, Reformative Services, and Revitalizing Contributions."Al-Marjān Research Journal, 2, no.3, Oct-Dec (2024): 229– 250.

History

Received:Sep 13, 2024, **Revised**: Oct 03, 2024, **Accepted**: Oct 19, 2024, **Available Online**: Nov 06, 2024.

Publication, Copyright & Licensing

Article QR

Al-Marjān Research Center, Lahore, Pakistan.

All Rights Reserved © 2023.
This article is open access and is distributed under the terms of Creative Commons Attribution 4.0 International License

INDEX COPERNICUS INTERNATIONAL
ISSN INTERNATIONAL STANDARD SERIAL NUMBER INTERNATIONAL CENTRE
HJRS HEC Journal Recognition System

Imām Ibn Taymiyyah: A Research-Based Review of His Life, Reformative Services, and Revitalizing Contributions

امام ابن تیمیہؒ: تعارف، اصلاحی خدمات اور تجدیدی کارناموں کا تحقیقی جائزہ

*محمد زیب خان قاضی *سمیرا بشیر

Abstract

This research paper delves into the life and contributions of Imām ibn Taymiyyah, a prominent Islamic scholar, reformer, and theologian. It begins with an exploration of his biography, detailing his name, lineage, education, scholarly stature, experiences of imprisonment, and his passing. The paper then highlights his reformative and revitalizing contributions, categorized into four major areas. Firstly, his reformation of the doctrine of Tawḥīd involved rejecting polytheistic beliefs, superstitions, and innovations while emphasizing pure monotheism. Secondly, he opposed the excessive reliance on philosophy, logic, and speculative theology (ʿIlm al-Kalām) and instead advocated for a return to the authentic teachings of the Qur'an and Sunnah. Thirdly, his rigorous refutation of false religions and deviant sects showcased his commitment to preserving Islamic orthodoxy. Lastly, Ibn Taymiyyah's efforts in the revitalization of Islamic sciences and thought aimed to restore the essence of Islamic teachings and inspire intellectual revival. His profound impact continues to influence Islamic scholarship and thought. This paper aims to provide an analytical review of his legacy, offering insights into his methodologies and contributions to Islamic reformation and intellectual development.

Keywords: Revitalization, Reformation, Tawḥīd, Refutation, Innovations.

تعارف موضوع

امام ابن تیمیہؒ اسلامی تاریخ کے ایک نمایاں عالم، محقق، اور مجدد کے طور پر جانے جاتے ہیں۔ ان کا اصل نام احمد بن عبد الحلیم، لقب تقی الدین اور کنیت ابو العباس ہے۔ آپؒ 10 ربیع الاول 661ھ کو حران میں پیدا ہوئے۔ آپ کا خاندان "خاندانِ ابن تیمیہ" کے نام سے مشہور تھا، جس کی وجہ تسمیہ کے بارے میں مختلف اقوال پائے جاتے ہیں۔ آپؒ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد اور دیگر نامور اساتذہ سے حاصل کی اور کم عمری میں ہی علمی مقام حاصل کیا۔ امام ابن تیمیہ نے اپنے وقت کی علمی، اعتقادی، اور عملی کمزوریوں کو محسوس کرتے ہوئے اصلاحی اور تجدیدی کوششوں کا آغاز کیا۔ ان کی خدمات چار اہم پہلوؤں پر مشتمل ہیں: توحید کے عقیدے کی اصلاح اور شرک وبدعات کا خاتمہ، فلسفہ و علمِ کلام کے غیر ضروری مباحث کی مخالفت اور قرآن و سنت کی رہنمائی پر زور، باطل مذاہب اور گمراہ فرقوں کا رد، اور اسلامی علوم و افکار کی تجدید۔ آپؒ نے اپنی علمی زندگی میں

* پی ایچ ڈی اسکالر، شعبہ علوم اسلامیہ، قرطبہ یونیورسٹی آف سائنس اینڈ انفارمیشن ٹیکنالوجی، پشاور، پاکستان۔

* پی ایچ ڈی اسکالر، شعبہ علوم اسلامیہ، یونیورسٹی آف لاہور، لاہور، پاکستان۔

بے شمار کتب تحریر کیں اور مناظرات کے ذریعے اسلام کا دفاع کیا۔ ان کی بے باکی اور حق گوئی کی وجہ سے کئی بار قید کا سامنا کرنا پڑا، لیکن آپ کے عزم واستقامت میں کمی نہ آئی۔ امام ابن تیمیہؒ کی خدمات نہ صرف اپنے دور میں بلکہ آج بھی مسلمانوں کے لیے مشعلِ راہ ہیں۔

مبحث اول: امام ابن تیمیہ کا تعارف

(ا)۔ نام ونسب

آپ کا نام احمد عرف ابن تیمیہ لقب تقی الدین اور کنیت ابو العباس ہے۔ آپؒ کا شجرہ نسب یہ ہے " تقی الدین ابو العباس احمد بن شہاب الدین ابی المحاسن عبد الحلیم بن مجد الدین ابی البرکات عبد السلام بن ابی محمد عبد اللہ بن ابی القاسم الخضر بن محمد بن الخضر بن علی بن عبد اللہ بن تیمیہ الحرانی آپ کا خاندان "خاندانِ ابن تیمیہ" کے نام سے مشہور ہے[1]۔

ولادت

بعض مؤرخین کے نزدیک امام ابن تیمیہؒ کی ولادت 10 ربیع الاول 661ھ (مطابق 22 جنوری 1263ء) جب کہ بعض دوسرے تذکرہ نگار کے نزدیک آپؒ کی ولادت 12 ربیع الاول 661ھ مشہور شہر حران[2] میں ہوئی[3]۔ البتہ ان سب کا اس پر اتفاق ہے، کہ وہ پیر کا دن تھا، چونکہ شمسی وقمری کیلنڈر کے مطابق 10 ربیع الاول کو پیر تھا[4]، اس لیے یہی قول زیادہ راجح ہے۔

ابن تیمیہ کے عرف کی وجہ تسمیہ

خاندانِ ابن تیمیہ کی وجہ تسمیہ کے بارے میں علماء کے دو اقوال ہیں۔ پہلا قول یہ ہے، کہ امام ابن تیمیہؒ کے دادا محمد بن خضر[5] نے سفر حج کے دوران تیماء[6] نامی مقام پر ایک خوبصورت لڑکی دیکھی، واپس گھر آئے، تو ان کو بچی کی ولادت کی بشارت دی گئی، جب بچی سامنے لائی گئی، تو وہ بچی تیماء والی لڑکی کے ہم شکل دیکھ کر بے اختیار بول اٹھے یا تیمیہ۔ چنانچہ وہی اس کا نام پڑ گیا[7]۔

---

[1] Marī bin Yūsaf al-Karmī (1033h), *al-Kawākib al-Durriyya fī Manāqib al-Mujtahid Ibn Taymiyyah*, 1st Edition, Beirut: Dār al-Gharb al-Islāmī, 1986, p. 52.

[2] حران قدیم تاریخی شہر ہے، آج کل یہ ترکی کے جنوب میں واقع ہے۔ کہا جاتا ہے، کہ اس کو سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے بھائی اور سیدنا لوط علیہ السلام کے والد "ہران" نے تعمیر کیا تھا۔ جب کہ بعض نے اس کو سیدنا ہارون علیہ السلام کی طرف منسوب کیا ہے۔

Muḥammad bin ʿAbd al-Munʿim, *al-Rawḍ al-Miʿṭār*, 2nd Edition, Beirut: Muʾassasat Nāṣir, 1980, vol. 1, p. 191.

[3] Abū ʿAbd Allāh, Muḥammad bin Aḥmad bin ʿAbd al-Hādī al-Dimashqī (744h), *al-ʿUqūd al-Durriyya min Manāqib Shaykh al-Islām Ibn Taymiyyah*, 1st Edition, Cairo: al-Fārūq al-Ḥadīth, 2002, p. 4.

[4] اس لنک پر جا کر ہجری کلینڈر دیکھا جا سکتا ہے-(https://habibur.com/hijri/661/3/)

[5] ان کا پورا نام محمد بن الخضر بن محمد بن الخضر بن علي بن عبد الله بن تيمية الحراني ہے۔542ھ میں پیدا ہوئے، حران کے بہت بڑے شیخ، مفسر اور خطیب تھے۔ ان کی تصنیفات میں تفسیر کبیر بہت مشہور ہے۔622ھ میں حران میں فوت ہوئے۔

Burhān al-Dīn Ibrāhīm bin Muḥammad, *al-Maqṣad al-Arshad fī Dhikr Aṣḥāb al-Imām Aḥmad*, Riyadh: Maktabat al-Rushd, 1990, vol. 2, p. 406.

[6] تیماء شام اور وادی قریٰ کے درمیان ایک بستی کا نام ہے۔ ظہور اسلام سے قبل یہاں پر سموٴال بن عادیاء یہودی کی حکومت تھی، رسول اکرم ﷺ جب 9ھ میں وادی قریٰ سے واپس لوٹے، تو اہل تیماء نے صلح کی درخواست کی، جو آپ ﷺ نے قبول فرمائی۔

Ḥamawī, Shihāb al-Dīn Abū ʿAbd Allāh Yāqūt bin ʿAbd Allāh, *Muʿjam al-Buldān*, Beirut: Dār al-Fikr, 1977, vol. 2, p. 67.

[7] Ṣāʾib ʿAbd al-Ḥamīd, *Ibn Taymiyyah Ḥayātuh wa ʿAqāʾiduh*, 1st Edition, Beirut: al-Ghadīr, p. 19.

دوسرا قول ابن النجار[8] (643ھ) سے منقول ہے۔ وہ روایت کرتے ہیں، کہ محمد کی والدہ کا نام "تیمیہ" تھا۔ وہ اتنی بڑی شہرت یافتہ واعظہ تھیں، کہ ان کے بعد پورا خاندان ان کی طرف منسوب ہوا[9]۔

(ب)۔ سکونت اور ابتدائی تعلیم و تربیت

امام ابن تیمیہؒ کا آبائی وطن حران ہے۔ ابتدائی چھ سال وہاں گزار کر تاتاریوں کے حملے کے بعد اپنے والد عبد الحلیم[10] کے ہمراہ 667ھ میں دمشق کی طرف چل نکلے۔ حران میں تعلیم کی ابتداء کے بعد دمشق میں بھی یہ سلسلہ جاری رہا۔ آپ کے والد عبد الحلیم دمشق میں قائم مدرسہ "دار الحدیث السکریہ" میں شیخ الحدیث کے منصب پر فائز تھے۔ عبد الحلیم برجستہ اور کتاب دیکھے بغیر زبانی درس دیا کرتے تھے۔ چنانچہ امام صاحبؒ نے وہاں کے مختلف اساتذہ اور دیگر علمی مراکز سے خوب استفادہ کیا۔ سب سے پہلے امام ابن تیمیہؒ حفظِ قرآنِ کریم کی طرف متوجہ ہوئے، اور کمسنی ہی میں قرآن کریم حفظ کیا۔ اور مرتے دم تک قرآن کریم کے ساتھ شغف کا یہ عالم تھا، کہ کبھی تلاوت ناغہ نہیں کی، یہاں تک کہ جیل میں بھی 80 سے زیادہ ختم کیے[11]۔

قرآنِ کریم حفظ کرنے کے بعد حفظِ حدیث، نحو، منطق، فلسفہ، عربی ادب، لغت اور دوسرے علوم کی تحصیل میں مشغول ہوگئے۔ اور احکام فقہیہ کا بھی ایک وافر حصہ زبانی یاد کیا۔ شروع ہی سے امام صاحبؒ کے اندر تین خصوصیات نمایاں نظر آنے لگیں، جن کے فوائد و ثمرات اور اثرات بڑی عمر میں ظاہر ہونے لگے۔

پہلی خصوصیت یہ تھی، کہ ابتداء ہی سے امام صاحبؒ محنت اور مسلسل جدوجہد میں لگے رہتے تھے۔ اور کبھی بھی دوسرے لڑکوں کی طرح لہو ولعب اور کھیل کود کی طرف توجہ نہ دی۔

دوسری خصوصیت یہ تھی، کہ تعلیم و تعلم اور حفظ علوم کے ساتھ ساتھ اپنے گردوپیش ماحول پر پورا دھیان رکھتے۔ اور حیاتِ دنیوی سے کٹ کر نہ رہتے تھے۔ چنانچہ ابو الحسن علی ندوی لکھتے ہیں:

> "کمسنی کے باوجود کھیل کود سے کوئی دلچسپی نہ تھی، اور وہ وقت ضائع نہیں کرتے۔ بایں ہمہ وہ زندگی اور اپنے زمانہ کی سوسائٹی شہر کے حالات اور لوگوں کے اخلاق وعادات سے بے خبر اور بے تعلق نہیں تھے۔ ان کی تصنیفات سے صاف

---

[8] حافظ محب الدین ابو عبد اللہ محمد بن محمود بن حسن بن ہبۃ اللہ بن محاسن البغدادی، ابن النجار البغدادی (643ھ)۔ 578ھ میں پیدا ہوئے، 30 جلدوں پر مشتمل تاریخ بغداد کے مصنف ہیں، 643ھ میں فوت ہوئے۔

Zahabī, Muḥammad bin Aḥmad bin ʿUthmān (748h), *Siyar Aʿlām al-Nubalāʾ*, 9th Edition, Beirut: Yasūb, 1993, vol. 23, p. 131.

[9] Ibn ʿAbd al-Hādī, *al-ʿUqūd al-Durriyya min Manāqib Shaykh al-Islām Ibn Taymiyyah*, p. 4.

[10] عبد الحلیم 627ھ میں پیدا ہوئے۔ فقہ حنبلی کے بہت بڑے فقیہ اور مفتی تھے۔ علم فرائض و حساب میں ید طولیٰ رکھتے تھے، 682ھ میں فوت ہوئے، مقبرہ صوفیہ میں مدفون ہے۔

Ṣafdī, Ṣalāḥ al-Dīn Khalīl bin Aybak (764h), *al-Wāfī bi-al-Wafayāt*, 1st Edition, Beirut: Dār Iḥyāʾ al-Turāth al-ʿArabī, 2000, vol. 18, p. 42.

[11] Ibn Kathīr, Ismāʿīl bin ʿUmar (774h), *al-Bidāya wa al-Nihāya*, 1st Edition, Beirut: Markaz al-Buḥūth, 1998, vol. 18, p. 300.

معلوم ہوتا ہے، کہ ان کی زندگی کا مطالعہ وسیع اور عمیق تھا۔ اور انہوں نے عوام سے الگ تھلگ کسی علمی گوشہ میں زندگی نہیں گزاری تھی[12]"

تیسری خصوصیت یہ تھی، کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو بیدار مغز، فکرِ قویم اور غیر معمولی ذہانت وذکاوت جیسی خداداد صلاحیتوں سے نوازا تھا[13]۔

امام ابن تیمیہؒ نے چھوٹی عمر میں بڑی محنت، انہماک اور یکسوئی کے ساتھ تمام مروجہ علوم میں کمال حاصل کیا۔ چنانچہ ان کو علوم القرآن، علوم الحدیث، فقہ، عربی ادب، لغت، نحو وغیرہ علوم پر کافی دسترس حاصل تھی۔ کلام اللہ کی تفسیر ان کا سب سے زیادہ پسندیدہ موضوع تھا۔ تقریباً سو سے زیادہ کتب تفسیر کا مطالعہ کیا۔ اس بارے میں وہ خود تحریر فرماتے ہیں:

"ربما طالعت على الآية الواحدة نحو مائة تفسير، ثم أسأل الله الفهم و أقول يا معلم آدم و ابراهيم علمني[14]"

"بعض اوقات میں نے ایک آیت کی تفسیر وتفہیم کے لیے سو سو تفسیروں کا مطالعہ کیا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا، مجھے اس آیت کا فہم عطا فرما۔ اے آدم وابراہیم علیہما السلام کے معلم میری تعلیم فرما"

آپؒ نے حدیث میں سب سے پہلے امام حمیدی کی کتاب "الجمع بین الصحیحین" زبانی یاد کی۔ صحاح ستہ اور مسند امام احمد بن حنبل کی سماعت کی بار بار نوبت آئی۔ ابن عبد الہادی[15] کا بیان ہے، کہ حدیث میں ابن تیمیہ کے شیوخ کی تعداد دو سو سے زیادہ ہے[16]۔ اس طرح علمِ حدیث کو عروج تک پہنچایا۔ چنانچہ حافظ ذہبی (748ھ) لکھتے ہیں:

"يصدق عليه أن يقال كل حديث لا يعرفه ابن تيمية فليس بحديث[17]"

"ابن تیمیہ کے متعلق یہ کہنا درست ہوگا، کہ جس حدیث کو ابن تیمیہ نہ جانتے ہوں، وہ حدیث ہی نہیں ہے"

علوم فقہ ان کے گھر کی چیز تھی، یہاں تک کہ امام ابن تیمیہؒ کے دادا ابو البرکات مجد الدین فقہ میں امامت کے درجے پر فائز تھے۔ چنانچہ امام ذہبی (748ھ) لکھتے ہیں:

"وانتهت إليه الامامة في الفقه[18]"

"فقہ میں وہ امامت کے درجے تک پہنچے تھے"

---

[12]Abū al-Ḥasan, ʿAlī, *Tārīkh Daʿwah wa ʿAzīmah*, Karachi: Majlis Nashriyāt Islām, vol. 2, p. 37.

[13]Muḥammad Abū Zahra, *Ibn Taymiyyah Ḥayātuh wa ʿAṣruh Ārāʾuh wa Fiqhuh*, Dār al-Fikr al-ʿArabī, p. 20

[14]Abū ʿAbd Allāh, Muḥammad bin Saʿīd, *Ḥawla Ḥayāt Shaykh al-Islām Ibn Taymiyyah*, 2nd Edition, Damascus: Maktabat al-Manār, 2002, p. 16.

[15]ان کا پورا نام محمد بن احمد بن عبد الہادی ہے۔ امام ابن تیمیہ کے خاص تلامذہ میں سے تھے، 704ھ کے لگ بھگ پیدا ہوئے، ان کی بہت مفید تالیفات وتعلیقات ہیں۔ 744ھ میں فوت ہوئے۔

Zahabī, Muḥammad bin Aḥmad bin ʿUthmān (748h), *Muʿjam al-Zahabī*, Beirut: Dār al-Kutub al-ʿIlmiyyah, 1993, vol. 1, p. 148.

[16]Ibn ʿAbd al-Hādī, *al-ʿUqūd al-Durriyya min Manāqib Shaykh al-Islām Ibn Taymiyyah*, p. 6.

[17]Ibn al-Wardī, Zayn al-Dīn ʿUmar bin Muẓaffar (749h), *Tārīkh Ibn al-Wardī*, Beirut: Dār al-Kutub al-ʿIlmiyyah, 1996, vol. 2, p. 277.

[18]Zahabī, Muḥammad bin Aḥmad bin ʿUthmān (748h), *Siyar Aʿlām al-Nubalāʾ*, vol. 23, p. 292.

بعض اہل علم نے ان کو مجتہد مطلق قرار دیا ہے۔ خود ان کے والد شہاب الدین عبد الحلیم فقہ حنبلی کے شیوخ میں سے تھے۔ چنانچہ علم وفقہ کے معدن سے فائدہ اٹھا کر امام ابن تیمیہؒ نے کمسنی ہی میں بے پایاں فقہی بصیرت حاصل کی۔ متقدمین ومتاخرین فقہاء کی آراء پر ان کی وسیع نظر تھی۔ اصحابِ قیاس کے استنباطات سے وہ پوری طرح واقف تھے۔ اہل حدیث کی تنقیدیں اور اصحابِ تخریج کا تعمق ان کے سامنے تھا۔ ان کی فقہی بصیرت کی خصوصیت یہ تھی، کہ ان کے ہاں فقہی مسائل میں فروع اصول کی طرف، نتائج مقدمات کی طرف، اور مسببات اسباب کی طرف راجع ہوتے تھے۔ تاکہ شریعت کا مغز ومقصد کھل کر سامنے آجائے۔ اور کوئی ابہام باقی نہ رہے۔ امام صاحب مسائل فقہیہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی رائے کو ترجیح دیتے تھے، اور ان کی آراء کی تلاش میں برابر لگے رہتے۔ نیز کبار تابعین کے فتاویٰ کی معرفت کے بھی حریص تھے[19]۔

اس کے علاوہ فلسفہ ومنطق کا عمیق مطالعہ کیا۔ اور ان پر ایسی دسترس حاصل کی، کہ ان علوم کے سقم پر ان کے ائمہ ومصنفین کی گرفت کی۔ اور مدلل انداز میں ان پر تنقیدانہ بحث کی۔ چنانچہ مولانا مودودی لکھتے ہیں:

> "تفقہ کی شان یہ تھی، کہ بلاشبہ انہیں مجتہد مطلق کا مرتبہ حاصل تھا۔ علوم عقلیہ، منطق، فلسفہ اور کلام میں اتنی گہری نظر تھی، کہ ان کے معاصرین میں سے جن لوگوں کا سرمایہ نازیہی علوم تھے، وہ ان کے سامنے بچوں کی حیثیت رکھتے تھے"[20]

(ج)۔ آخری اسیری اور وفات

امام ابن تیمیہؒ مخالفین کی شرارتوں کی وجہ سے کئی بار جیل گئے۔ آخری بار ان کو "مسئلہ زیارت روضہ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم" کی وجہ سے 7 شعبان 726ھ کو جیل جانا پڑا۔ شیخ الاسلامؒ نے شاہی فرمان سن کر کہا۔

> **"أنا كنت منتظرا لذلك، وهذا فيه خير كثير ومصلحة كبيرة"[21]**
>
> "مجھے اسی کا انتظار تھا۔ اس میں خیرِ کثیر اور بڑی مصلحت ہے"

امام ابن تیمیہؒ کے ساتھ ان کے تلمیذِ رشید حافظ ابن قیمؒ بھی قلعہ دمشق میں پابند سلاسل تھے۔ قید کے دوران بھی امام ابن تیمیہؒ کے ذوقِ عبادت وانابت اور تصنیف وتالیف میں کمی نہ آئی۔ البتہ اس دوران حضرت شیخ کا سب سے بڑا شغف تلاوتِ قرآن کریم تھا۔ اور دو سال کے قلیل عرصہ میں 80 مرتبہ قرآن کریم ختم کیا۔

مرض الوفات کی ابتداء کے 20 روز بعد 22 ذی القعدہ 728ھ کو اس دارِ فانی سے رحلت فرماگئے۔ صبح سویرے خبرِ وفات کا اعلان قلعہ کے مینار سے کیا گیا۔ اس خبر سے چاروں طرف ہلچل مچ گئی۔ کثرتِ ازدحام کی وجہ سے لوگوں کو زیارت کے لیے اندر جانے کا اذنِ عام دیا گیا۔ عالم اسلام کے اطراف واکناف میں بھی غائبانہ نماز جنازہ پڑھی گئی۔ چنانچہ ابن رجب لکھتے ہیں:

> **"وصلى عليه صلاة الغائب في غالب بلاد الإسلام القريبة والبعيدة حتى في اليمن والصين وأخبر المسافرون أنه نودي بأقصى الصين للصلاة عليه يوم جمعة "الصلاة على ترجمان القرآن"[22].**

---

[19]Muḥammad Abū Zahra, *Ibn Taymiyyah Ḥayātuh wa ʿAṣruh Ārāʾuh wa Fiqhuh*, p. 23.

[20]Mawdūdī, Sayyid Abū al-Aʿlā, *Tajdīd wa Iḥyāʾ-yi Dīn*, 39th Edition, Lahore: Islāmīk Pablīkeshanz, February 2010, p. 58.

[21]Ibn Kathīr, *al-Bidāya wa al-Nihāya*, vol. 18, p. 267.

[22]ʿAbd al-Raḥmān bin Aḥmad bin Rajab (795h), *al-Dhayl ʿalā Ṭabaqāt al-Ḥanābila*, 1st Edition, Riyadh: Maktabat al-ʿUbaykān, 2005, vol. 4, p. 528.

"اسلامی ممالک کے اکثر قریب وبعید شہروں میں غائبانہ نماز جنازہ پڑھی گئی، یہاں تک کہ یمن اور چین میں بھی پڑھی گئی ۔اور مسافروں نے خبر دی، کہ چین کے ایک دور واقع شہر میں جمعہ کے دن نماز جنازہ کا اعلان ان الفاظ میں کیا گیا، کہ "ترجمان القرآن کی نماز جنازہ ادا کی جائے گی"

لوگ تجارت وکاروبار چھوڑ کر جنازہ میں شریک ہوئے، سوائے چند لوگوں کے، جو کسی عذر یا کثرتِ ازدحام کی وجہ سے شریک نہ ہو سکے۔ تقریبا پندرہ ہزار عورتیں شریک ہوئیں۔ تمام شرکاء کی تعداد ایک اندازے کے مطابق ساٹھ ہزار سے لے کر دو لاکھ تک تھی۔ پہلی نماز جنازہ قلعہ کے اندر شیخ محمد بن تمام نے پڑھائی۔ پھر دوسری مرتبہ نماز جنازہ جامع اموی میں نمازِ ظہر کے بعد شیخ علاؤالدین بن الخراط نے پڑھائی۔ تیسری مرتبہ ان کے چھوٹے بھائی علامہ زین الدین عبد الرحمٰن نے پڑھائی۔ عصر کے وقت اس آفتاب علم وعمل کو مقبرۃ الصوفیہ میں اپنے بھائی شرف الدین عبداللہ کے پہلو میں سپرد خاک کیے گئے۔[23]

مبحث دوم: امام ابن تیمیہ کے اصلاحی اور تجدیدی کارنامے

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے مختلف شعبہ ہائے زندگی میں اصلاحی اور تجدیدی کارنامے سرانجام دیئے، جن کے اثرات مسلمانوں پر دیرپا نمایاں رہے۔ تاہم ان کی اصلاح وتجدید کے حوالے سے مندرجہ ذیل چار شعبے نہایت اہمیت کے حامل ہیں۔

(ا)۔ اصلاحِ عقیدہ توحید اور مشرکانہ عقائد ورسوم اور بدعات کا رد۔

(ب)۔ فلسفہ ومنطق اور علم کلام میں غلو کی مخالفت اور قرآن وسنت کے طرز واسلوب کو ترجیح دینا۔

(ج)۔ ادیانِ باطلہ وفرقِ ضالہ کی تردید۔

(د)۔ اسلامی علوم کی تجدید اور فکر اسلامی کا احیاء۔

(ا)۔ اصلاحِ عقیدہ توحید اور مشرکانہ عقائد ورسوم اور بدعات کا رد

(ا)۔ شیخ الاسلامؒ کے زمانے میں مروجہ بدعات اور مشرکانہ عقائد ورسوم

امام ابن تیمیہؒ کے زمانے میں بدعات اور مشرکانہ عقائد ورسوم کا رواج ہو چکا تھا۔ اور انہوں نے مشائخ واولیاء کی تعظیم وتکریم میں غلو اختیار کر کے ان کو "الٰہ" کا درجہ دے رکھا تھا۔ چنانچہ ان کی بعض تحریروں سے ان کے زمانے کی گمراہی، دینی زوال اور اخلاقی گراوٹ کا اندازہ ہوتا ہے۔ ابن تیمیہ لکھتے ہیں:

"وآخرون قد جعلوا الميت بمنزلة الإله والشيخ الحي المتعلق به كالنبي فمن الميت يطلب قضاء الحاجات وكشف الكربات وأما الحي فالحلال ما حلله والحرام ما حرمه وكانوا في أنفسهم قد عزلوا الله عن أن يتخذوه إلها وعزلوا محمدا صلى الله عليه و سلم عن أن يتخذوه رسولا وقد يجيء الحديث العهد بالإسلام أو التابع لهم لحسن الظن بهم أو غيره يطلب من الشيخ الميت إما دفع ظلم ملك يريد أن يظلمه أو غير ذلك فيدخل ذلك السادن فيقول قد قلت للشيخ والشيخ يقول للنبي والنبي يقول لله والله قد بعث رسولا إلى السلطان فلان فهل هذا إلا محض دين المشركين والنصارى"[24]

---

[23] Ibn Kathīr, *al-Bidāya wa al-Nihāya*, vol. 18, pp. 299-301.

[24] Ibn Taymiyyah, Aḥmad bin ʿAbd al-Ḥalīm (728h), *Talkhīṣ Kitāb al-Istighātha al-Maʿrūf bi-al-Radd ʿalā al-*

"بعض لوگوں نے مردے کو بمنزلہ "اِلٰہ" اور زندہ شیخ جو اس کا خلیفہ ہوتا ہے، بمنزلہ "نبی" قرار دیا ہے۔ اور ان سے حاجت روائی اور مشکل کشائی طلب کرتے ہیں۔ زندہ پیر جس چیز کو حلال قرار دے، وہی حلال ہوگی۔ اور جس چیز کو حرام قرار دے، وہی حرام ہوگی۔ انہوں نے گمان کے مطابق اللہ ورسول ﷺ کو ان کے منصب سے معزول کر دیا ہے۔ اور کبھی کبھی کوئی نو مسلم یا عقیدت مند آتا ہے، اور وہ مردہ شیخ سے ظالم بادشاہ کے ظلم دفع کرنے یا کوئی اور حاجت روائی کا مطالبہ کرتا ہے، پس وہ مجاور اندر جاتا ہے، اور کہتا ہے، کہ میں نے صاحب کو کہہ دیا ہے، اور انہوں نے پیغمبر کو کہہ دیا ہے۔ اور پیغمبر نے اللہ کو کہہ دیا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے فلاں بادشاہ کے پاس اپنا ایلچی بھیج دیا۔ کیا یہ مشرکین و نصاریٰ کا دین نہیں ہے؟"

(ب)۔ مردوں کی پرستش

رائج الوقت قبر پرستی کے متعلق شیخ الاسلامؒ رقمطراز ہیں:

"فطائفة من هؤلاء يصلون إلى الميت و يدعو أحدهم الميت فيقول اغفر لي و ارحمني و نحو ذلك و يسجد لقبره و منهم من يستقبل القبر و يصلي إليه مستدبرا الكعبة ويقول القبر قبلة الخاصة و الكعبة قبلة العامة[25]"

"ان میں سے ایک گروہ قبر کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے ہیں، اور مردے سے دعا مانگ کر کہتا ہے، میری مغفرت فرما، مجھ پر رحم فرما۔ وغیرہ ذالک۔ اور بعض قبر کی طرف منہ اور کعبہ کی طرف پشت کر کے نماز پڑھتے ہیں۔ اور (بطور دلیل) کہتے ہیں، کہ قبر خواص کا اور کعبہ عوام کا قبلہ ہے"

(ج)۔ اللہ تعالیٰ سے بے خوفی اور صاحب قبر سے ڈرنا

شیخ الاسلامؒ ابن تیمیہ لکھتے ہیں:

"إن طائفة من أصحاب الكبائر الذين لا يتحاشون فيما يفعلونه من القبائح كان إذا رأى قبة الميت أو الهلال الذي على رأس القبة خشي من فعل الفواحش ويقول أحدهم لصاحبه ويحك هذا هلال القبة فيخشون المدفون تحت الهلال ولا يخشون الذي خلق السماوات والأرض وجعل أهلة السماء مو اقيت للناس والحج وهؤلاء إذا نوظروا خوفوا مناظرهم كما صنع المشركون بإبراهيم عليه السلام[26]"

"ان مرتکبین کبائر میں سے ایک گروہ بلا جھجک قباحتوں کا ارتکاب کرتے ہیں۔ جب یہ لوگ مزار کا گنبد یا اس کا نوک دار حصہ دیکھتے ہیں، تو فواحش کے ارتکاب سے رک جاتے ہیں۔ اور ایک دوسرے سے کہتے ہیں، خبردار یہ گنبد نظر آرہا ہے۔ گنبد کے نیچے انسان سے تو ڈرتے ہیں، لیکن زمین و آسمان کے خالق سے نہیں ڈرتے، جس کے حکم سے چاند، حج اور لوگوں

Bikrī, 1st Edition, Medina: Maktabat al-Ghurabāʾ, 1417h, vol. 2, p. 564.

[25]Ibn Taymiyyah, *Talkhīṣ Kitāb al-Istighātha al-Maʿrūf bi-al-Radd ʿalā al-Bikrī*, vol. 2, p. 560.

[26]Ibn Taymiyyah, *Talkhīṣ Kitāb al-Istighātha al-Maʿrūf bi-al-Radd ʿalā al-Bikrī*, p. 563.

کے اوقات معلوم کرنے کے لیے گھٹتا ہے، اور بڑھتا ہے۔ اور وہ یہ گمان کرتے ہیں، کہ اگر کوئی ان سے بحث ومباحثہ کرے، توان کو ان اولیاء کی قدرت اور برے انجام سے ڈراتے ہیں۔ جیسا کہ مشرکین نے ابراہیم علیہ السلام کو ڈرایا تھا"

(د)۔ شعائر اللہ کا مذاق اڑانا اور مزارات کی تعظیم

یہ لوگ ائمہ ومشائخ کی زیارت کو حج بیت اللہ پر ترجیح دیتے تھے۔ اور حج بیت اللہ کرنے والوں کا مذاق اڑاتے تھے۔ بعض لوگوں کا خیال ہے، کہ اگر شیخ کی قبر کی دو یا تین مرتبہ زیارت کی جائے، تو یہ ایک حج کے برابر ہے۔ اور بعض لوگوں نے شیخ کا مقبرہ میدانِ عرفات قرار دیا ہے، اور ایامِ حج میں سفر کرکے وہاں جاتے ہیں۔ اور اسی طرح وقوف کرتے ہیں۔ جس طرح مسلمان میدانِ عرفات میں وقوف کرتے ہیں۔

نیز قبروں کا حج کرنے کے لیے ان کے آداب واحکام پر کتابیں لکھی گئیں۔ مثلاً "مناسک حج المشاہد" ایک شیعہ عالم ابو عبد اللہ محمد بن نعمان کی تصنیف ہے۔ جس میں اہل بیت سے متعلق من گھڑت حکایات جمع کی ہیں۔ جس کا کذب صاحبِ معرفت پر عیاں ہے۔ کچھ لوگ قبورِ مشائخ کی زیارت کے لیے سفر کرتے ہیں۔ اگرچہ وہ اس کو مناسک یا حج کا نام نہیں دیتے، مگر دونوں میں کوئی فرق نہیں[27]۔

(ط)۔ مشائخ واولیاء کو خدا کا درجہ دینا

بعض لوگ پیغمبروں اور مشائخ کو دنیا کے مدبرین سمجھتے ہیں، پیدا کرنا، رزق دینا، ضرورتوں کو پورا کرنا اور مضرتوں کو دفع کرنا انہی کا کام ہے۔ یہ قطعاً مسلمانوں کا عقیدہ نہیں ہو سکتا۔ صرف نصاریٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق اتحاد وحلول کے شبہے کی وجہ سے ایسا عقیدہ رکھتے تھے۔ باقی دوسرے انبیاء کرام علیہم السلام جیسے ابراہیم وموسی علیہما السلام کے متعلق بھی ان کا عقیدہ ایسا نہیں۔ حالانکہ وہ جہالت کی انتہاء کو پہنچے ہوئے ہیں۔

بعض یہ عقیدہ رکھتے ہیں، کہ کسی شہر یا گاؤں میں جس شیخ کی قبر ہوتی ہے، تو اس کی برکت سے اس شہر والوں کو رزق دیا جاتا ہے۔ اور ان کی مدد کی جاتی ہے۔ اور ان کے دشمنوں سے ان کی حفاظت کی جاتی ہے۔ اور جس بزرگ کے متعلق یہ عقیدہ رکھتے ہیں، ان کو اس شہر کا محافظ قرار دیتے ہیں۔ جیسا کہ وہ سیدہ نفیسہ[28] کو مصر قاہرہ کی محافظ قرار دیتے ہیں۔ فلاں دمشق، فلاں حران اور فلاں بغداد وغیرہ کے پاسبان ہیں۔ اور ان صلحاء رحمۃ اللہ علیہم وانبیاء علیہم السلام کی زیارت کی برکت سے ان شہروں سے مصیبتیں دور ہوتی ہیں۔ بناء بر اپنی عادت جب دشمنوں نے دمشق پر یورش کردی۔ تو ان لوگوں نے فریادرسی کے لیے زیارتوں کا رخ کیا۔ جن کے متعلق وہ دفعِ مضرت کا اعتقاد رکھتے تھے۔

کما قال الشاعر

يا خائفين من التتر　　　لوذوا بقبر أبي عمر

اے تاتاریوں سے ڈرنے والوں! ابو عمر کی قبر کی پناہ میں آجاؤ

عوذوا بقبر أبي عمر　　　ينجيكم من الضرر[29]

ابو عمر کی قبر سے پناہ حاصل کرو، وہ تم کو تکلیف (فتنہ تاتار) سے نجات دے گا۔

---

[27]Ibn Taymiyyah, *Talkhīṣ Kitāb al-Istighātha al-Maʿrūf bi-al-Radd ʿalā al-Bikrī*, p. 560.

[28]سیدہ نفیسہ امیر المؤمنین حسن بن زید کی بیٹی تھی۔ 145ھ میں مکہ میں پیدا ہوئی۔ اسحاق بن جعفر صادق سے 15 برس کی عمر میں شادی ہوئی۔ 208ھ میں مصر میں وفات پائی۔

Zahabī, *Siyar Aʿlām al-Nubalāʾ*, vol. 10, p. 106.

[29]Ibn Taymiyyah, *Talkhīṣ Kitāb al-Istighātha al-Maʿrūf bi-al-Radd ʿalā al-Bikrī*, vol. 2, p. 732.

(ہ)۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کا بدعات اور مشرکانہ عقائد ورسوم کی تردید

امام ابن تیمیہؒ نے عوام وخواص کے قہر وعتاب کی پرواہ کیے بغیر مروجہ بدعات اور مشرکانہ عقائد ورسوم کے خلاف علَمِ جہاد بلند کیا۔ اور اس کٹھن راستے میں آنے والی تمام تکالیف کا خندہ پیشانی سے استقبال کیا۔ آپؒ نے غیر اللہ سے فریاد واستغاثہ کی ممانعت کی کھل کر تردید کی۔ اور اس موضوع پر گراں قدر تصانیف الرد علی البکری، الرد علی الاخنائی، قاعدۃ جلیلۃ فی التوسل والوسیلۃ اور زیارۃ القبور لکھ کر شریعت محمدی کی اصل روح امت کو دکھائی۔ چنانچہ "الرد علی البکری" میں وہ لکھتے ہیں:

"سؤال الميت و الغائب نبيا كان أو غيره من المحرمات المنكرة باتفاق أئمة المسلمين لم يأمر الله به ولا رسوله ولا فعله أحد من الصحابة ولا التابعين لهم بإحسان ولا استحبه أحد من أئمة المسلمين[30]"

"کسی میت یا غائب خواہ وہ نبی ہو، یا غیر نبی، سے مانگنا ان منکرات میں سے ہے، جن کی حرمت پر تمام ائمہ مسلمین کا اتفاق ہے۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے نہ تو اس کا حکم دیا ہے، اور نہ صحابہ وتابعین رحمھم اللہ میں سے کسی نے یہ فعل اختیار کیا ہے۔ اور نہ ائمہ مسلمین میں سے کسی نے اس کو پسندیدہ قرار دیا ہے"

قاعدۃ جلیلۃ فی التوسل والوسیلۃ میں لکھتے ہیں:

"فإن دعاء الملائكة والأنبياء بعد موتهم وفي مغيبهم وسؤالهم والاستغاثة بهم والاستشفاع بهم في هذه الحال ونصب تماثيلهم بمعنى طلب الشفاعة منهم - هو من الدين الذي لم يشرعه الله ولا ابتعث به رسولاً ولا أنزل به كتاباً[31] "

"ملائکہ اور انبیاء علیہم السلام سے ان کی رحلت کے بعد یا غیر موجودگی میں ان سے مانگنا، ان کو فریاد کرنا یا ان کے مجسمے نصب کر کے ان سے شفاعت طلب کرنا ایک ایسا دین ہے، جس کو نہ اللہ تعالیٰ نے مشروع کیا ہے، اور نہ کوئی رسول اس کے ساتھ بھیجا گیا ہے، اور نہ اس کی تائید میں کتاب نازل کی"

(ی)۔ اصحابِ القبور سے مانگنے کی صورتیں اور ان کا حکم:

شیخ صاحبؒ نے اپنی مشہور کتاب "زیارۃ القبور" میں صاحبِ قبر سے دعا مانگنے کی مختلف صورتیں ذکر فرما کر ہر ایک کی شرعی حیثیت واضح کر دی۔ چنانچہ ابن تیمیہ فرماتے ہیں کہ جو شخص کسی نبی یا نیک آدمی کی قبر کے پاس آکر اس سے سوال کرتا ہے، تو اس کی تین صورتیں ہیں۔ پہلی صورت یہ ہے، کہ اس سے اپنی کسی حاجت روائی کا سوال کرتا ہے۔ مثلاً ازالہ مرض، ادائیگی قرض یا دشمن سے انتقام لینا وغیرہ، یا اپنے اہل وعیال کی عافیت طلب کرنا اور وہ امور جن پر اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو قدرت نہیں، تو یہ شرک صریح ہے۔ ایسے شخص سے توبہ کرانا واجب ہے۔ توبہ کر لے تو ٹھیک ہے، ورنہ قتل کیا جائے گا[32]۔

---

[30]Ibn Taymiyyah, *Talkhīṣ Kitāb al-Istighātha al-Maʿrūf bi-al-Radd ʿalā al-Bikrī*, vol. 1, p. 448.

[31]Ibn Taymiyyah, Aḥmad bin ʿAbd al-Ḥalīm (728h), *Qāʿida Jalīla fī al-Tawassul wa-al-Wasīla*, 3rd Edition, Riyadh: Raʾāsat ʿĀmma, 2008, p. 42.

[32]Ibn Taymiyyah, Aḥmad bin ʿAbd al-Ḥalīm (728h), *Ziyārat al-Qubūr wa-al-Istinjād bi-al-Maqbūr*, 1st Edition, Riyadh: al-Idāra al-ʿĀmma li-al-Ṭabʿ wa-al-Tarjama, 1410h, p. 17.

دوسری صورت یہ ہے، کہ اس سے کسی کام کا مطالبہ نہ کیا جائے، لیکن اس سے اپنے لیے دعا کروائی جائے۔ جیسا کہ تو زندہ انسان سے کہتے ہو، کہ میرے لیے دعا کرلے۔ اور جیسا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دعا کی درخواست کرتے تھے۔ تو اس کا حکم یہ ہے، کہ یہ زندہ انسان کے حق میں مشروع ہے۔ اور انبیاء وصالحین جو اس دنیا سے رحلت کر چکے ہیں۔ ان کے حق میں غیر مشروع ہے"[33]

تیسری صورت یہ ہے، کہ کوئی یہ کہے، کہ اے اللہ! فلاں شیخ کے طفیل وبرکت سے میرا یہ کام کر دے۔ جیسا کہ بہت سے لوگ اس طرح کرتے ہیں۔ مگر یہ صحابہ وتابعین میں سے کسی سے منقول نہیں۔ بعض لوگوں نے صرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں اس کی اجازت دی ہے۔ اور بعض نے اس کا جواز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات تک محدود کر دیا ہے نہ کہ بعد الوفات[34]۔

(و)۔ زیارات پر رد

سب سے پہلے امام ابن تیمیہؒ نے زیارات کی تردید کر کے ان کو بدعت کا گھڑ قرار دیا چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

"وكذلك المساجد المبنية على القبور التي تسمى المشاهد المحدثة في الإسلام و السفر إليها محدث في الإسلام لم يكن من ذلك شيء في القرون الثلاثة المفضلة[35]"

"وہ مسجدیں جو قبروں پر بنائی گئی ہیں، جو کہ مشاہد کے نام سے یاد کیا جاتا ہے، یہ اسلام میں ایک نیا کام (بدعت) ہے۔ اور اس کی طرف سفر کرنا بھی بدعت ہے۔ جس کا ثبوت خیر القرون ثلاثہ میں نہیں ملتا"

چونکہ اس زمانے میں مشاہد کا ایک کاروبار چلا تھا، اس لیے امام ابن تیمیہؒ ان میں سے اکثر مشاہد جھوٹے اور مشکوک قرار دیتے ہیں۔ وہ "الرد علی البکری" میں تحریر فرماتے ہیں:

"وكثير من المشاهد كذب وكثير منها مشكوك فيه وسبب ذلك أن معرفة المشاهد ليست من الدين الذي تكفل الله بحفظه للأمة لعدم حاجتهم إلى معرفة ذلك[36]"

"مشاہد میں سے اکثر جعلی ہیں۔ اور ان میں سے بعض مشکوک ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے، کہ مشاہد کی معرفت اس دین کا حصہ نہیں، جس کی حفاظت کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے لی ہے۔ لہٰذا اس کی معرفت وپہچان کی کوئی ضرورت نہیں"

(ب) فلسفہ ومنطق اور علم کلام میں غلو کی مخالفت اور قرآن وسنت کے طرز واسلوب کو ترجیح دینا

امام ابن تیمیہؒ کا دوسرا تجدیدی کارنامہ یہ ہے، کہ انہوں نے اپنے زمانے میں رائج فلسفہ ومنطق اور علم کلام کی تردید کی۔ اور ان کے مقابلے میں قرآن وسنت کے علوم اور ان کے طرز وانداز کو ترجیح دی۔ ذیل میں چند عنوانات کے تحت ہم اس کا جائزہ لیتے ہیں۔

(ا)۔ فلسفہ کی تردید

(ا)۔ یونانی فلسفہ کا اسلام پر اثر ونفوذ

خلیفہ ثانی ابو جعفر منصور پہلے وہ شخص تھے، جنہوں نے یونانی فلسفہ وعلوم کی طرف توجہ دی۔ اور فقہ کے ساتھ ساتھ علمِ فلسفہ خصوصاً علم النجوم میں کمال حاصل کیا۔ پھر ساتویں خلیفہ عبد اللہ المامون جن کو یونان کے بعض حکماء نے فلسفہ کی کچھ کتابیں ہدیہ کے طور پر دی تھیں، حکومتی

---

[33] Ibn Taymiyyah, *Ziyārat al-Qubūr wa-al-Istinjād bi-al-Maqbūr*, p. 24.
[34] Ibid, P:38
[35] Ibn Taymiyyah, Talkhīṣ Kitāb al-Istighāthah al-Maʿrūf bi al-Radd ʿAlā al-Bakrī, Juzʾ 1, Ṣafḥah 450
[36] Ibid, vol:2, P:593

سرپرستی میں ان کا کرایا۔ اور لوگوں کو ان کی تعلیم و تعلم کی ترغیب دی۔ چنانچہ ذہین وفطین لوگ ان میں مہارت حاصل کر کے مامون کے دربار میں بڑے بڑے عہدے حاصل کرنے میں کامیاب ہوئے[37]۔ یہی سے اسلامی علوم و معارف میں یونانی فلسفہ خلط ملط ہونے لگا، جس کا اسلامی علوم پر غیر معمولی اثر و نفوذ پڑا۔

(ب)۔ فلسفہ کی بالا دستی

اسلامی علوم و معارف پر فلسفہ کے اثرات کی وجہ سے عالم اسلام کا ایک گروہ یونانی فلسفہ کے حق میں کھڑا ہوا۔ اور ان کو اساسی کتب قرار دے کر ہر جگہ ان کی عظمت کے گن گانے لگے۔ چنانچہ لطفی جمعہ اپنی کتاب تاریخ فلاسفۃ الاسلام میں ابن رشد کا مشہور فلسفی معلمِ اول ارسطو کی طرف سے دفاع کا ان الفاظ میں نقل کرتا ہے:

"اما تمجید ابن رشد لارسطو فلا حد له فیکاد یؤلهه وقد وضع له اوصاف تجعله فوق درجات الکمال الانسانی عقلا وفضلا ولو کان ابن رشد یقول بتعدد الآلهة لجعل ارسطو رب الارباب[38]"

"ابن رشد کا ارسطو کی عظمت و بزرگی کے بیان کرنے کی کوئی حد نہیں۔ قریب تھا، کہ وہ اس کو خدا کا درجہ دے دیتے۔ اور کبھی کبھی اس کو انسانی کمال سے بالاتر عقل وفضل کے اعتبار سے اوصاف دے دیتے ہیں۔ اور اگر ابن رشد متعدد خداؤں کو مانتے، تو وہ ارسطو کو تمام خداؤں سے بڑھ کر درجہ دے دیتے"

(ج)۔ امام ابن تیمیہؒ کا فلسفہ پر رد

چنانچہ اسلامی علوم و معارف میں رطب و یابس ہر قسم کی چیزیں خلط ملط ہونے لگیں۔ جس کی تنقیح و تشریح کا فریضہ صرف وہ شخص انجام دے سکتا تھا، جس کو فلسفہ و منطق اور قرآن وسنت دونوں پر کامل عبور حاصل ہو۔ اور وہ اپنی دقتِ نظر سے کام لے کر لوگوں کے سامنے دینِ حنیف کی صحیح تشریح کر سکے۔ چنانچہ اس کام کے لیے اللہ تعالیٰ نے امام ابن تیمیہؒ کا انتخاب فرمایا۔ جو بیک وقت دینی، عقلی علوم پر کامل دسترس رکھتے تھے۔ اور انہوں نے فلسفہ وحکمت کا بے لاگ علمی محاسبہ کر کے اس پر مدلل تنقید کی۔ اور اس موضوع پر درء تعارض العقل والنقل، الرد علی المنطقیین، نقض المنطق" جیسی گراں قدر تصنیفات چھوڑی۔

(د)۔ فلاسفہ کے غور و فکر کا اصل میدان

امام ابن تیمیہؒ طبیعیات و ریاضیات کو یونانی فلاسفہ کے غور و فکر کا اصل میدان قرار دے کر اس میں ان کی ذہانت و ذکاوت کا اعتراف کرتے ہیں، اور لکھتے ہیں:

" نعم لهم في الطبيعيات كلام غالبه جيد وهو كلام كثير واسع ولهم عقول عرفوا بها ذلك[39] "

"طبیعیات میں ان فلاسفہ کے کلام کا اکثر حصہ اچھا ہے، اور یہ کلام زیادہ اور وسیع ہے، اور انہوں نے اپنی عقلوں کی بدولت اس کی معرفت حاصل کی"

دوسری جگہ تحریر فرماتے ہیں:

---

[37]Abū al-Qāsim Ṣāʿid ibn Aḥmad al-Andalusī (1070 AH), Ṭabaqāt al-Umam, Ṭabʿ Awwal (Beirut: al-Maṭbaʿah al-Kāthūlīkīyah, 1912 CE), Ṣafḥah 48.

[38]Ibn Taymiyyah, *Ziyārat al-Qubūr wa-al-Istinjād bi-al-Maqbūr*, p. 155.

[39]Ibn Taymiyyah, Aḥmad bin ʿAbd al-Ḥalīm (728h), *al-Radd ʿalā al-Manṭiqiyyīn*, Beirut: Dār al-Maʿrifa, 1976, vol. 1, p. 143.

"لكن لهم معرفة جيدة بالأمور الطبيعية وهذا بحر علمهم وله تفرغوا وفيه ضيعوا زمانهم"[40]

"امور طبیعیہ میں ان کی معرفت اچھی ہے، دراصل یہی ان کے علم کا سمندر ہے۔ اور اسی میں انہوں نے اپنی زندگی کا اکثر حصہ صرف کیا ہے"

(ہ)۔ فلاسفہ الٰہیات کے بارے میں جہل مرکب ہیں

یونانی فلاسفہ کی طبعیات وریاضیات میں مہارت سے متاثر ہو کر فلاسفہ اسلام نے ان کے اقوال کو الٰہیات میں بھی اصل قرار دیا۔ چنانچہ امام ابن تیمیہؒ دونوں چیزیں الگ الگ کر کے اس میدان میں ان کی جہالت کی انتہاء ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

"بخلاف الإلهيات فإنهم من أجهل الناس بها وأبعدهم عن معرفة الحق فيها وكلام أرسطو معلمهم فيها قليل كثير الخطأ"[41]

"بخلاف علومِ الٰہی کے کہ اس میں وہ تمام لوگوں سے زیادہ جاہل اور حق کی معرفت سے بہت دور ہیں۔ اس سلسلے میں ارسطو سے بہت تھوڑا کلام منقول ہے، مگر اس میں بہت زیادہ غلطیاں ہیں"

"فإن القوم لا يعرفون الله بل هم أبعد عن معرفته من كفار اليهود والنصارى بكثير . وأرسطو المعلم الأول من أجهل الناس برب العالمين إلى الغاية"[42]

"یہ اللہ کی معرفت سے ناواقف ہیں۔ بلکہ کفارِ یہود ونصاریٰ سے بھی زیادہ اللہ کی معرفت سے دور ہیں، اور معلمِ اول ارسطو ربِ کائنات کے بارے میں سب سے زیادہ جاہل ہے"

(ب) منطق کی تردید

(ا)۔ علومِ الٰہی پر منطق کے اثرات

اسلامی علوم ومعارف میں منطق کو غیر معمولی مقام حاصل تھا۔ اور اس کے بارے میں علماء وحکماء نے غلو سے کام لے کر منطق کو تمام علوم کا مقدمہ اور انسانی سعادت کا معیار قرار دیا تھا۔ امام غزالیؒ لکھتے ہیں:

"هي مقدمة العلوم كلها ومن لا يحيط بها فلا ثقة له بعلومه أصلا "[43]

"منطق تمام علوم کے لیے مقدمہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ اور جس کو اس پر دسترس حاصل نہیں، اس کے علوم پر اعتماد نہیں"

لطفی جمعہ مشہور ومعروف حکیم ابن رشد کے متعلق تحریر فرماتے ہیں:

"كان متهوسا بمنطق أرسطو وقال عن ان مصدر السعادة للناس وان سعادة الانسان تقاس بعلمه بالمنطق أداة تسهل الطريق الشاقة فى الاصول الى الحقيقة التى لا يصل اليها العامة بل بعض الخاصة بفضل المنطق"[44]

[40]Ibn Taymiyyah, *Majmū*ʿ *al-Fatāwā*, vol. 17, p. 330.

[41]Ibn Taymiyyah, *Majmū*ʿ *al-Fatāwā*, vol. 19, p. 163.

[42]Ibn Taymiyyah, *Majmū*ʿ *al-Fatāwā*, vol. 17, p. 330.

[43]Ghazālī, Muḥammad bin Muḥammad (505h), *al-Mustaṣfā fī* ʿ*Ilm al-Uṣūl*, 1st Edition, Beirut: Dār al-Kutub al-ʿIlmiyya, 1413h, p. 10.

ابن رشد ارسطو کی منطق کا عاشق ہے۔ وہ کہتا ہے، کہ یہ انسانوں کی سعادت کا ذریعہ ہے، اور انسان کی سعادت کا صحیح اندازہ اس کے علم منطق سے ہوتا ہے۔ منطق ایک ایسا آلہ ہے۔ جو حقیقت تک پہنچنے کا مشکل راستہ آسان کر دیتا ہے۔ جس تک عوام نہیں پہنچ سکتے، بلکہ بعض خواص منطق کے فضل سے پہنچ سکتے ہیں"

امام ابن تیمیہؒ کا منطق کے متعلق رائے:

امام ابن تیمیہؒ نے اس تاثر کو ختم کرکے اس پر مجتہدانہ بصیرت کے ساتھ اعتراضات کیے۔ اور اس موضوع پر الرد علی المنطقیین، نقض المنطق جیسی تصنیفات کیں۔ منطق کے متعلق ان کی رائے یہ ہے:

"فإني كنت دائما أعلم أن المنطق اليوناني لا يحتاج إليه الذكي ولا ينتفع به البليد[45] "

"ہمیشہ سے میری رائے یہ ہے، کہ یونانی منطق کی کسی فطین آدمی کو ضرورت نہیں۔ اور بلید و کند ذہن اس سے فائدہ نہیں اٹھا سکتا"

نیز انہوں نے منطق کو علومِ عقلیہ کی میزان قرار دینے کی تردید کی۔ اور کہا، کہ علومِ عقلیہ اس فطری صلاحیت کی بنیاد پر سیکھے جا سکتے ہیں، جو اللہ تعالیٰ نے بنی آدم کے اندر ودیعت فرمائی ہے۔ وہ کسی معین شخص کے وضع کردہ میزان پر موقوف نہیں[46]۔ نیز اگر منطق کو ترازو کا درجہ دیا جائے، تو پھر بھی اس کا دائرہ کار محدود رہے گا۔

ابن تیمیہ لکھتے ہیں:

"ومن المعلوم : أن موازين الأموال لا يقصد أن يوزن بها الحطب والرصاص دون الذهب والفضة . وأمر النبوات وما جاءت به الرسل أعظم في العلوم من الذهب في الأموال . فإذا لم يكن في منطقكم ميزان له كان الميزان - مع أنه ميزان - عائلا جائرا وهو أيضا عاجز . فهو ميزان جاهل ظالم[47]"

" یہ حقیقت ہے، کہ سونے چاندی کے ترازو سے لکڑی سیسہ وغیرہ نہیں تولا جا سکتا۔ اور علومِ نبوت کا معاملہ اس سے کہیں زیادہ حساس ہے۔ چنانچہ تمہاری منطق اس کے لیے ترازو نہیں بن سکتی۔ کیونکہ یہ ظلم و جہل کا مرکب ہے"

انہوں نے منطق کے متعلق پائے جانے والی غلو کی تردید کرکے اہلِ منطق کے تکلفات کو دماغی تھکان، کثرتِ ہذیان اور اضاعتِ وقت قرار دیا۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

"ويسلكون الطرق الصعبة الطويلة والعبارات المتكلفة الهائلة وليس لذلك فائدة إلا تضييع الزمان و إتعاب الاذهان وكثرة الهذيان ودعوى التحقيق بالكذب والبهتان وشغل النفوس بما لا ينفعها بل قد يضلها[48]"

---

44 Muḥammad Luṭfī Jumʿa, *Tārīkh Falāsifat al-Islām fī al-Mashriq wa-al-Maghrib*, p. 120.

45 Ibn Taymiyyah, *Majmūʿ al-Fatāwā*, vol. 9, p. 82.

46 Ibn Taymiyyah, *al-Radd ʿalā al-Manṭiqiyyīn*, vol. 1, p. 26.

47 Ibn Taymiyyah, Aḥmad bin ʿAbd al-Ḥalīm (728h), *Naqḍ al-Manṭiq*, Cairo: Maktabat al-Sunna al-Muḥammadiyya, p. 163.

48 Ibn Taymiyyah, *al-Radd ʿalā al-Manṭiqiyyīn*, vol. 1, p. 31.

"اہلِ منطق حدود و تعریفات بیان کرنے میں کٹھن اور طویل راستے پر چلتے ہیں۔ اور بڑی پر تکلف عبارتیں لاتے ہیں۔ مگر سوائے اضاعتِ وقت دماغی تھکاوٹ اور کثرتِ ہذیان کے اور کچھ نہیں، اور جھوٹی زبان اور بہتان سے تحقیق کا دعویٰ ہے۔ اور اپنے آپ کو ایسے کاموں میں مشغول کرنا ہے، جس کا کوئی فائدہ نہیں۔ بلکہ گمراہی کا سبب ہے"

(ب) علم کلام پر تنقید

یونانی فلاسفہ و منطقیین کے بعد انہوں نے متکلمین پر بھی اعتراضات کیے۔ جنہوں نے دینی معارف وعلوم کے اثبات کے لیے فلسفیانہ طرز واسلوب اختیار کیا تھا۔ اور قرآن وسنت کی بجائے علم کلام کو ترجیح دیتے تھے۔ وہ لکھتے ہیں:

"كلامهم في الخلق والبعث المبدأ والمعاد وفي اثبات الصانع ليس فيه تحقيق العلم لا عقلا ولا نقلا وهم معترفون بذلك كما قال الرازي لقد تأملت الطرق الكلامية والمناهج الفلسفية فما رأيتها تشفي عليلا ولا تروي غليلا ورأيت أقرب الطرق طريقة القرآن أقرأ في النفي ليس كمثله شيء و لا يحيطون به علما و أقرأ في الاثبات الرحمن على العرش استوى اليه يصعد الكلم الطيب أأمنتم من في السماء ثم قال ومن جرب مثل تجربتي عرف مثل معرفتي وكذلك الغزالي و ابن عقيل وغيرهما[49]"

"متکلمین کا کلام، خلق، بعث، مبدا و معاد اور اثباتِ وجودِ باری تعالیٰ کے متعلق عقلاً و نقلاً غیر محققانہ ہے۔ اور وہ خود بھی اس بات کے قائل ہیں۔ جیسا کہ امام رازی نے کہا، کہ میں نے علمِ کلام اور فلسفہ کے طریقہ کار کا جائزہ لیا، تو میں نے ان کو کسی بیمار کی شفاء یابی یا کسی پیاسے کی پیاس بجھانے والا نہ پایا۔ بلکہ سب سے قریب ترین راستہ قرآن کا ہے۔ نفی صفات میں ﴿ليس كمثله شيء[50]﴾ "نہیں ہے، اس کی طرح کا سا کوئی" ﴿و لا يحيطون به علما[51]﴾ "اور یہ قابو میں نہیں لا سکتے، اس کو دریافت کر کر" آیتوں کو پڑھو۔ اور اثبات میں ﴿الرحمن على العرش استوى[52]﴾ "وہ بڑا مہربان عرش پر قائم ہوا" ﴿اليه يصعد الكلم الطيب[53]﴾ "اس کی طرف چڑھتا ہے کلام ستھرا" ﴿أأمنتم من في السماء[54]﴾ "کیا تم نڈر ہو گئے، جو آسمان میں ہے" آیتیں پڑھو۔ پھر کہا، جو میری طرح تجربہ کرے گا، اس کو میری طرح معرفت حاصل ہو گی۔ اسی طرح غزالیؒ اور ابن عقیلؒ نے بھی کہا ہے"

امام ابن تیمیہؒ کا کہنا ہے، کہ عقلی فطرت اور شریعتِ نبوی سے ان کے اعراض کا سبب یہ ہے، کہ انہوں نے نئی اور من گھڑت چیزوں میں اپنی صلاحیتیں صرف کیں۔ جس سے فطرت و شریعت میں بگاڑ پیدا ہوا۔ انہوں نے عقلیات میں سفسطہ کا راستہ اختیار کیا۔ اور سمعیات میں باریک بینی کی سرحد پار کی[55]۔ وہ متکلمین کی یہ کمزوری بھی نظر انداز نہیں کرتے، کہ وہ بڑے زور و شور سے شبہات وارد کرتے ہیں، مگر اس کے مقابلے میں

[49]Ibn ʿAbd al-Hādī, *al-ʿUqūd al-Durriyya min Manāqib Shaykh al-Islām Ibn Taymiyyah*, p. 79.
[50] Al-Shūrā: 11:42.
[51] Ṭāhā: 110:20.
[52] Ṭāhā: 110:05.
[53]Al-Fāṭir: 10:35.
[54] Al-Mulk: 67:16.
[55]Ibn Taymiyyah, Aḥmad bin ʿAbd al-Ḥalīm (728h), *al-Nubuwwāt*, Cairo: al-Maṭbaʿa al-Salafiyya, 1386h, p. 157.

ان کے جوابات سرسری اور کمزور ہوتے ہیں۔ جس سے نفاق وجہل کا راستہ ہموار ہوتا ہے۔ اور انبیاء علیہم السلام کو جھٹلانے والوں کے لیے حجت وبراہین فراہم کرتا ہے[56]۔

(ج)۔ قرآن کریم کا آسان اور عام فہم طرز واسلوب

متکلمین کے متکلفانہ عبارات اور بے جا طوالت کے مقابلے میں قرآن کریم کا طرز واسلوب آسان اور عام فہم ہے۔ وہ تحریر فرماتے ہیں:

"وبين أن ما عند ائمة النظار اهل الكلام والفلسفة من الدلائل العقلية على المطالب الالهية فقد جاء القران بما فيها من الحق وما هو اكمل و ابلغ منها على احسن وجه مع تنزهه عن الاغاليط الكبيرة الموجودة عند هؤلاء[57]"

"متکلمین نے الٰہی مطالب پر جو عقلی دلائل قائم کیے ہیں، قرآن کریم کے دلائل اس کے مقابلے میں زیادہ بہتر مکمل و بلیغ ہیں۔ نیز قرآن مجید کے دلائل ان غلطیوں سے بھی پاک ہیں، جو متکلمین کے دلائل میں موجود ہیں"

(د)۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا طرز واسلوب

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے طرز واسلوب پر روشنی ڈالتے ہوئے فرماتے ہیں، کہ وہ علم و عمل کے اعتبار سے کامل تھے۔ پھر بھی تکلفات سے دور رہتے تھے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

"وأصحاب محمد كانوا - مع أنهم أكمل الناس علما نافعا وعملا صالحا - أقل الناس تكلفا يصدر عن أحدهم الكلمة والكلمتان من الحكمة أو من المعارف ما يهدي الله بها أمة وهذا من منن الله على هذه الأمة . وتجد غيرهم يحشون الأوراق من التكلفات والشطحات ما هو من أعظم الفضول المبتدعة والآراء المخترعة لم يكن لهم في ذلك سلف[58]"

"رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب علم نافع اور عمل صالح میں بڑے ہونے کے باوجود تکلفات سے باز رہتے تھے۔ کسی صحابی کی زبان سے حکمت ومعارف کے ایک دو کلمے نکلتے، جس کی برکت سے اللہ تعالیٰ ہدایت نصیب فرماتے، جو اس امت پر اللہ تعالیٰ کا ایک احسان ہے۔ اور متکلمین صفحات در صفحات تکلفات وشطحات سے بھر دیتے ہیں، جو کہ فضول اور نئی آراء وخیالات پر مشتمل ہوتے ہیں"

(ج) ادیانِ باطلہ وفرقِ ضالہ کی تردید

(ا) ردعیسائیت

اسلامی دنیا پر عیسائیت کا فکری وعملی یلغار

اسلامی دنیا بالخصوص مصر وشام میں غیر مسلم کثیر تعداد میں رہتے تھے، جن میں دوسرے مذاہب کے مقابلے میں عیسائیت کے پیروکار زیادہ تھے۔ چونکہ مسلمانوں نے مصر وشام ان کے ہاتھوں سے چھین لیا تھا، اس لیے مسلمانوں کے خلاف ان کے دل بغض وعناد سے بھرے ہوئے تھے۔ چنانچہ عباسی خلافت کمزور ہوتے ہی رومی جنرل نسیفورس المقتول (359ھ مطابق 969ء) نے قبرص کا جزیرہ مسلمانوں کے قبضے سے چھڑا

---

[56]Ibn Taymiyyah, *al-Nubuwwāt*, p. 255.
[57]Ibn Taymiyyah, *al-Radd ʿalā al-Manṭiqiyyīn*, vol. 1, p. 321.
[58]Ibn Taymiyyah, *Naqḍ al-Manṭiq*, p. 114.

لیا[59]۔ نیز تاتاریوں کی مسلمانوں پر یلغار نے عیسائیوں کے حوصلے بلند کردیئے، جس کے نتیجے میں عیسائی مشنری اور علماء بہت تیزی سے عیسائیت کی پرچار کرنے لگے۔ اور وہ ایک مرتبہ پھر مسیحیت کے جھنڈے تلے شام پر حکومت کے خواب دیکھنے لگے۔

عیسائیت کے خلاف امام ابن تیمیہؒ کا ردِ عمل:

قبرص کے عیسائیوں کا بے گناہ مسلمانوں پر ظلم ڈھانے کے نتیجے میں شیخ الاسلامؒ نے شیخ ابو العباس مقدسی کے ذریعے قبرص کے بادشاہ کو ایک خط ارسال کیا، جو" الرسالة القبرصية "کے نام سے مشہور ہے۔ اسی اثناء قبرص سے عیسائیوں کی ایک معرکۃ الاراء تصنیف "المنطیقی الدولة خانی المبرهن عن الاعتقاد الصحيح والرأى المستقيم" ملک شام پہنچی، جو ان کے ایک پادری پال بولس نے لکھی تھی۔ اس تصنیف میں انہوں نے توڑ مروڑ سے کام لے کر مختلف عقلی و نقلی دلائل سے مسیحیت کا اثبات، رسول اکرم ﷺ کی بعثت عامہ کی تردید اور مسیحی برادری کو آنحضرت ﷺ پر ایمان لانے سے مستثنیٰ قرار دیا تھا۔ اس کا جواب لکھنا اسلام کے ہمنواؤں کے لیے ایک چیلنج سے کم نہ تھا۔ نیز اس کے لیے وہی شخص زیادہ مناسب تھا، جو علوم نقلیہ و عقلیہ کے ساتھ ساتھ عہدِ قدیم وجدید اور تاریخ پر گہری نظر رکھتا ہو۔ چنانچہ امام ابن تیمیہؒ نے وقت کا تقاضا سمجھ کر " الجواب الصحيح لمن بدل دين المسيح " کے نام سے چار ضخیم جلدوں پر مشتمل کتاب تصنیف فرمائی۔ جس کے متعلق شیخ محمد ابو زہرہ فرماتے ہیں:

> "وإن هذا الكتاب أهدأ ما كتبه ابن تيمية فى الجدال وهو وحده جدير بأن يكتب ابن تيمية فى سجل العلماء العاملين والأئمة الجاهدين[60]"
>
> "بحث و مناظرہ میں امام ابن تیمیہؒ کی یہ کتاب سب سے زیادہ پر سکون ہے، اور یہ کتاب تنہاء اس قابل ہے، کہ علماء و عاملین، ائمہ مجاہدین اور ہمیشہ زندہ رہنے والے مفکرین کے رجسٹر میں ان کا نام مندرج کرائے"

کیا موجودہ اناجیل محرف ہے؟

امام ابن تیمیہؒ موجودہ اناجیل کو دوسرے صحف سماوی کا درجہ نہیں دیتے، بلکہ ان کے نزدیک اس کی حیثیت سِیَر و حدیث کی کتابوں جیسی ہیں۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں۔

> "یہ اناجیل اربعہ عیسیٰ علیہ السلام کے اٹھائے جانے کے بعد لکھی گئی ہیں۔ وہ اس کو کلام اللہ نہیں کہتے۔ اور نہ عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کی طرف سے یہ کلام پہنچا ہے۔ بلکہ انہوں نے عیسیٰ علیہ السلام کے اقوال وافعال اور ان کے معجزات نقل کیے ہیں۔ اور وہ خود اس کا اقرار کرتے ہیں، کہ انہوں نے ساری چیزیں نقل نہیں کیں۔ جیسا کہ محدثین اور اہلِ سیر و مغازی آپ ﷺ کے اقوال وافعال نقل کرتے ہیں۔ جو قرآن کا درجہ نہیں رکھتے۔ پس ان کے ہاتھ میں جو اناجیل ہیں ان کی حیثیت کتبِ سیرت و حدیث جیسی ہیں[61]"

---

[59]Ibn Kathīr, *al-Bidāya wa-al-Nihāya*, vol. 15, p. 295.

[60]Muḥammad Abū Zahra, *Ibn Taymiyyah Ḥayātuh wa ʿAṣruh Ārāʾuh wa Fiqhuh*, p. 519.

Muhammad Abu Zuhra,Ibn Taimia Hayatuh wa Asruh Araauh wa Fiqhu,P:519

[61]Ibn Taymiyyah, Aḥmad bin ʿAbd al-Ḥalīm (728h), *al-Jawāb al-Ṣaḥīḥ li-man Baddala Dīn al-Masīḥ*, 2nd Edition, Riyadh: Dār al-ʿĀṣima, 1999, vol. 3, p. 22.

اناجیل کی اصل حیثیت واضح کرنے کے بعد امام ابن تیمیہؒ ان میں تبدیل وتحریف کے سلسلے میں جمہور کا مسلک بتلاتے ہوئے فرماتے ہیں، کہ انجیل میں لفظی ومعنوی دونوں طرح تحریف ہوچکی ہیں۔ ابن تیمیہ لکھتے ہیں:

"فجمهور المسلمين يمنعون هذا ويقولون إن بعض ألفاظها بدل كما قد بدل كثير من معانيها[62]"

"جمہور علماء رسول اکرم ﷺ کا تورات وانجیل کے تمام الفاظ کی تصدیق کرنے سے انکار کرتے ہیں، اور کہتے ہیں، کہ ان کے بعض الفاظ میں تبدیلی کی گئی ہے۔ جیسا کہ ان میں بہت سے معنوی تحریف ہوچکی ہے"

چونکہ علمائے یہود ونصاریٰ بھی تحریف معنوی کے قائل ہیں، اس لیے وہ ان کے خلاف استدلال میں زیادہ زور تحریفِ لفظی پر دیتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں:

"ولكن علماء المسلمين وعلماء أهل الكتاب متفقون على وقوع التحريف في المعاني والتفسير[63]"

"مسلمانوں اور اہل کتاب کے علماء سب اس بات پر متفق ہیں، کہ تورات وانجیل کی تشریح ومطالب اور معانی وتفسیر میں رد وبدل ہوچکی ہے"

(ب) ردشیعیت

i. شیعوں کے خلاف امام ابن تیمیہ کا رد عمل

مشہور شیعی عالم جمال الدین بن المطہر الحلی الشیعی کا ایک تاتاری بادشاہ "خدابندہ" سے قریبی تعلق ہونے کی وجہ سے انہوں نے حکومتی سرپرستی میں " منهاج الكرامة فى معرفة الامامة" کے نام سے ایک کتاب لکھی۔ شیعہ کے حلقوں میں اثباتِ شیعیت وامامت کے موضوع پر ناقابلِ تردید کتاب سمجھی جاتی تھی۔ اس کتاب میں عالم موصوف نے متکلمانہ وفلسفیانہ بحث مباحث اور روایات ونصوص میں قطع وبرید، وضعِ احادیث اور طرح طرح کی غلط بیانی سے کام لے کر اہل سنت پر اتمام حجت کی کوشش کی تھی۔

ii. منہاج السنۃ النبویۃ کی وجہ تصنیف

اہل سنت والجماعت کے بعض افراد کی طرف سے بے حد اصرار اور منہاج الکرامۃ کے مصنف کی سوقیانہ زبان (جس میں خیار امت کو شرار امت ثابت کرنے کی سعی لاحاصل کی گئی تھی) نے امام ابن تیمیہ کو اس کا جواب لکھنے پر امادہ کیا۔ چنانچہ امام ابن تیمیہ نے چار جلدوں پر مشتمل ضخیم کتاب " منهاج السن النبوية فى نقض كلام الشيعة والقدرية " کے نام سے لکھی۔ پھر امام ذہبیؒ نے "المنتقىٰ من منهاج الاعتدال فى نقض كلام اهل الرفض والاعتدال" کے نام سے اس کی تلخیص لکھی۔

امام ابن تیمیہ لکھتے ہیں:

"و لولا أن هذا المعتدي الظالم قد اعتدى على خيار أولياء الله و سادات أهل الأرض خير خلق الله بعد النبيين اعتداء يقدح في الدين و يسلط الكفار و المنافقين و يورث الشبه و الضعف عند كثير من المؤمنين لم يكن بنا حاجة إلى كشف أسراره و هتك أستاره و الله حسيبه و حسيب أمثاله[64]"

---

[62] Ibn Taymiyyah, *al-Jawāb al-Ṣaḥīḥ li-man Baddala Dīn al-Masīḥ*, vol. 3, p. 407.

[63] Ibn Taymiyyah, *al-Jawāb al-Ṣaḥīḥ li-man Baddala Dīn al-Masīḥ*, vol. 2, p. 419.

[64] Ibn Taymiyyah, Aḥmad bin ʿAbd al-Ḥalīm (728h), *Minhāj al-Sunnah al-Nabawiyyah*, 1st Edition, Mūʾassasa Qurtuba, vol. 7, p. 210.

"اگر اس حد سے بڑھنے والے ظالم نے ان لوگوں پر زبان درازی نہ کی ہوتی، جو خیارِ امت، اولیاء اللہ اہلِ زمین کے مقتداء اور تمام مخلوقات میں انبیاء علیہم السلام کے بعد سب سے بہتر ہیں، ایسی زبان درازی جو دین میں قدح کی باعث بنے۔ اور کفار ومنافقین کو حجت فراہم کرے۔ اور بہت سے مؤمنین کے دلوں میں شبہ وضعف پیدا کرے۔ تو ہمیں اس کے اسرار کھولنے اور اس کی حقیقت واضح کرنے کی ضرورت پیش نہ آتی۔ اللہ اس کے اور اس کے ہمنواؤں کے ساتھ انصاف کا معاملہ کرے"

iii. صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا دفاع

منہاج الکرامہ کے مصنف نے چونکہ جابجا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی سیرت پر طعن و تشنیع کرکے اپنے تعصب کا اظہار کیا۔ اس لیے امام ابن تیمیہ نے اس کے مقابلے میں ان کے محاسن وفضائل پر زور دیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں:

"ما علم بالکتاب والسنۃ والنقل المتواتر من محاسن الصحابۃ وفضائلھم لا یجوز أن یدفع بنقول بعضھا منقطع وبعضھا محرف وبعضھا لا یقدح فیما علم فإن الیقین لا یزول بالشک"[65]

"صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے محاسن وفضائل کتاب وسنت اور نقلِ تواتر سے ثابت ہیں۔ لہٰذا منقطع اور مبدل منقولات سے قدح کرنا، اور ان کو رد کرنا جائز نہیں، کیونکہ یقین شک سے زائل نہیں کیا جاسکتا"

دوسری جگہ لکھتے ہیں:

"اس امت کے سب سے بہتر لوگ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہی ہیں۔ دینِ حق کی پیروی کرنے اور اختلافات سے دور رہنے میں ان سے بڑھ کر کوئی جماعت نہیں۔ ان کے نقائص کا اگر دوسروں کے ساتھ موازنہ کیا جائے، تو وہ کچھ نہیں ہیں۔ غلطی اس شخص کی ہے، جس کو سفید کپڑے پر تھوڑی سی سیاہی نظر آتی ہے، مگر اس کالے کپڑے کو نہیں دیکھتا، جس پر صرف تھوڑی سی سفیدی ہے"[66]

منہاج الکرامۃ کے مصنف ایک جگہ پر سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کی فضیلت کو فضیحت میں تبدیلی کی دسیسہ کاری کرتے ہوئے لکھتا ہے، کہ:۔

﴿إِلَّا تَنْصُرُوهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللَّهُ إِذْ أَخْرَجَهُ الَّذِينَ كَفَرُوا ثَانِيَ اثْنَيْنِ إِذْ هُمَا فِي الْغَارِ إِذْ يَقُولُ لِصَاحِبِهِ لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا﴾[67]

"اگر تم نہ مدد کروگے، رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی، تو اس کی مدد کی ہے اللہ نے، جب وہ دونوں تھے غار میں۔ جب وہ کہہ رہا تھا اپنے رفیق سے تو غم نہ کھا بے شک اللہ ہمارے ساتھ ہے"

اس آیت میں ابو بکر رضی اللہ عنہ کے عدمِ یقین قلتِ صبر اور ہجو کا بیان ہے۔ نیز رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اس لیے سفر میں اپنے ساتھ لیا۔ تاکہ دشمنوں کو خبر نہ دے۔ امام ابن تیمیہ سب سے پہلے اس آیت سے محققانہ انداز میں سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے فضائل ومناقب ثابت کرتے ہیں۔ پھر نقلی دلائل ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں، کہ کوئی بے وقوف بھی اس حساس مرحلے پر اپنے دشمن کو ہمراہ نہیں لیتا۔ چہ جائے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم علم وعقل کے اعتبار سے اکمل الخلق ہونے کے باوجود اس طرح حرکت کرے۔

---

[65]Ibn Taymiyyah, *Minhāj al-Sunnah al-Nabawiyyah*, vol. 6, p. 195.
[66]Ibn Taymiyyah, *Minhāj al-Sunnah al-Nabawiyyah*, vol. 6, p. 244.
[67] Al-Tawbah: 40:9.

وہ لکھتے ہیں:

"فقبح الله من نسب رسوله الذي هو أكمل الخلق عقلا وعلما وخبرة إلى مثل هذه الجهالة[68]"

"اللہ سمجھے اس شخص سے جس نے رسول اللہ ﷺ کی طرف جو عقل و علم اور تجربہ میں کامل ترین انسان تھے، ایسی جہالت وغباوت کی نسبت کی"

iv. اہلِ سنت توسط واعتدال کی راہ پر ہیں

ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں، کہ اہلِ سنت نے عدل وانصاف کا راستہ اختیار کیا ہے۔ وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو انبیاء علیہم السلام کی طرح معصوم نہیں سمجھتے ہیں۔ جن سے گناہ کا صدور ہو ہی نہیں سکتا۔ بلکہ ان سے گناہ ضرور سرزد ہوئے ہیں، مگر ان کے نیک اعمال ان کی تقصیرات کا کفارہ بن گئے ہیں۔ اور ان بشری لغزشوں اور کوتاہیوں کے باوجود وہ خیارِ امت ہیں۔ نیز وہ لکھتے ہیں:

"وأما أهل السنة فيتولون جميع المؤمنين ويتكلمون بعلم وعدل ليسو من أهل الجهل ولا من أهل الأهواء ويتبرءون من طريقة الروافض والنوصب جميعا ويتولون السابقين والأولين كلهم ويعرفون قدر الصحابة وفضلهم ومناقبهم ويرعون حقوق أهل البيت التي شرعها الله لهم[69]"

"اہلِ سنت تمام مؤمنوں کے ساتھ محبت کا معاملہ کرتے ہیں۔ اور علم وعدل کے ساتھ بات کرتے ہیں۔ وہ جہلاء اور اہل ہواء میں سے نہیں ہیں۔ اور روافض وخوارج کے طریقے سے بھی بیزار ہیں۔ تمام اولین وسابقین سے محبت کرتے ہیں۔ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے فضل ومنقبت کا اعتراف کرتے ہیں۔ اور اہلِ بیت کے حقوق کی رعایت کرتے ہیں، جو اللہ نے ان کے لیے مشروع فرمایا ہے"

(د)۔ اسلامی علوم کی تجدید اور فکر اسلامی کا احیاء

امام ابن تیمیہ نے تفسیر واصولِ تفسیر، حدیث واصولِ حدیث، فقہ واصولِ فقہ وغیرہ اسلامی علوم کا ناقدانہ مطالعہ کر کے ان پر اضافہ کیا۔ اور فکری جمود کو توڑ کر ایک جداگانہ طریقہ کار اپنایا، اور متقدمین کے کام کو آگے بڑھایا۔ آپ نے مذاہبِ اربعہ کی خوبیوں وخامیوں پر روشنی ڈال کر ایک معتدل طرز وفکر کی فضاء قائم کی۔ آپ کی تصنیفات سے آپ کا ملکہ راسخہ، ناقدانہ بحثیں، نئی علمی تحقیقات، مقاصدِ شریعت سے گہری واقفیت، وسعت نظری اور بروقت ان سے فائدہ اٹھانے کا سلیقہ، حاضر دماغی اور مجتہدانہ طرزِ فکر کا اندازہ ہوتا ہے۔

(ا)۔ عقائد واحکام اور فقہ کا ماخذ کتاب وسنت قرار دینا

علمِ کلام اور فلسفہ کی بالادستی کی وجہ سے کتاب وسنت کو عقائد واحکام اور فقہ کا ماخذ قرار دینے کی بجائے کتبِ متکلمین وفلاسفہ کو ماخذ قرار دیا جانے لگا تھا۔ اور ہر چیز کو عقل کی کسوٹی پر پرکھنے کی کوشش کی جاتی تھی۔ چنانچہ امام ابن تیمیہ اس تاثر کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"ہر گروہ نے انبیاء علیہم السلام کی اللہ کی طرف سے لائی ہوئی شریعت کے متعلق ایک قانون بنایا ہے، جو ان کی عقل کے مطابق ہو، اس کو اصل سمجھ کر اسی پر اعتقاد واعتماد رکھتے ہیں۔ اور انبیاء علیہم السلام کی لائی ہوئی شریعت کو اس کے تابع قرار دیتے ہیں۔ پس

[68]Ibn Taymiyyah, *Minhāj al-Sunnah al-Nabawiyyah*, vol. 8, p. 301.
[69]Ibn Taymiyyah, *Minhāj al-Sunnah al-Nabawiyyah*, vol. 2, p. 37.

جو ان کے قانون کے موافق ہو، اس کو قبول کرتے ہیں، اور جو ان کے قانون کے مخالف ہو، اس کی اتباع نہیں کرتے ہیں[70]"

امام ابن تیمیہ نے عقل کی اس بے لگام سلطنت اور غیر محدود فرمانروائی کے خلاف قلم اٹھایا۔ جن کے متعلق مولانا ابو الحسن علی ندوی لکھتے ہیں کہ ہمارے علم کے مطابق یہ پہلے آدمی ہیں، جنہوں نے اس ذہنیت کے خلاف احتجاج کر کے عقائد واحکام اور فقہ کا اصل ماخذ کتاب وسنت اور وحی ونبوت قرار دیا[71]۔

(ب)۔امام ابن تیمیہؒ کی دعوتِ اصلاحی کے اثرات

بلاشبہ امام ابن تیمیہؒ ایک عظیم مفکر، مجدد اور مصلح تھے۔ انہوں نے اصلاحِ عقائد، اخلاقیات، سیاسیات، علومِ اسلامی اور علوم عقلی و نقلی میں اصلاحی اور تجدیدی کارنامے سرانجام دیئے۔ انہوں نے کبھی شرک وبدعت کی تردید میں مداہنت سے کام نہ لیا، اور نہ کبھی دین کے معاملے میں لچک دکھائی۔ بلکہ ہر مشکل میں چٹان کی طرح ثابت قدم رہے۔ کئی مرتبہ ان کو جیل جانا پڑا، مگر پھر بھی اپنے مؤقف پر قائم رہے۔

انہوں نے خارجی وداخلی حملوں سے اسلام کا دفاع کیا۔ غیر مسلم اقوام کے ساتھ اختلاط وصحبت کے نتیجے میں مسلمانوں کے اندر جو شرکیہ عقائد اور بدعات نے جڑ پکڑ لیے تھے، امام ابن تیمیہؒ نے انبیاء علیہم السلام کی نیابت کا فریضہ انجام دے کر ان کی پرزور تردید کی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا، کہ عقیدہ توحید جو بعثتِ انبیاء علیہم السلام کا سب سے بڑا مقصد اور مرکزی نقطہ ہے، ایک بار پھر نکھر کر سامنے آیا۔

چنانچہ ابو الحسن علی ندوی لکھتے ہیں:

"اگر امام ابن تیمیہؒ کے اصلاحی کارناموں میں صرف یہی ایک کارنامہ ہوتا، تو ان کے مقامِ تجدید اور دعوت وعزیمت کے ثبوت کے لیے کافی تھا[72]"

اس طرح انہوں نے صحیح اسلامی فکر کا احیاء کیا۔ نیز بارہویں صدی ہجری سے عالمِ اسلام کے مختلف گوشوں میں جو اصلاحی وفکری وعلمی تحریکیں پیدا ہوئیں، ان کے ماخذوں میں سے ایک بڑا ماخذ اور محرک امام ابن تیمیہؒ کی تصنیفات ہیں[73]۔

نتائج بحث

* امام ابن تیمیہؒ کی ولادت مشہور قول کے مطابق 10 ربیع الاول 661ھ مطابق 22 جنوری 1263ء کو مشہور شہر حران میں ہوئی۔
* آبائی وطن حران میں چھ سال گزار کر تاتاریوں کے حملے کے بعد اپنے والد عبدالحلیم کے ہمراہ 667ھ میں دمشق کی طرف کوچ کیا۔
* امام ابن تیمیہؒ ایک عظیم مفکر، مجدد، مصلح اور مدبر تھے۔ انہوں نے اصلاحِ عقائد، اخلاقیات، سیاسیات، علومِ اسلامی اور علوم عقلی و نقلی میں اصلاحی اور تجدیدی کارنامے سرانجام دیئے۔
* امام ابن تیمیہؒ نے عوام وخواص کے قہر وعتاب کی پرواہ کیے بغیر مروجہ بدعات اور مشرکانہ عقائد ورسوم کے خلاف عَلَم جہاد بلند کیا۔

---

[70]Ibn Taymiyyah, Aḥmad bin ʿAbd al-Ḥalīm (728h), *Dar᾽ Taʿāruḍ al-ʿAql wa-al-Naql*, Beirut: Dār al-Kutub al-ʿIlmiyya, 1997, vol. 1, p. 6.
[71]Abū al-Ḥasan, ʿAlī, *Tārīkh Daʿwah wa ʿAzīmah*, vol. 2, p. 324.
[72]Abū al-Ḥasan, *Tārīkh Daʿwah wa ʿAzīmah*, p. 218.
[73]Abū al-Ḥasan, *Tārīkh Daʿwah wa ʿAzīmah*, p. 318.

* انہوں نے کبھی شرک وبدعت کی تردید میں مداہنت سے کام نہ لیا، اور نہ کبھی دین کے معاملے میں لچک دکھائی۔ بلکہ ہر مشکل میں چٹان کی طرح ثابت قدم رہے۔
* بعض مخالفین نے ان کی طرف ایسے موجبِ کفر اقوال منسوب کیے، جن سے وہ بری تھے۔
* غیر مسلم اقوام کے ساتھ اختلاط وصحبت کے نتیجے میں مسلمانوں کے اندر جو شرکیہ عقائد اور بدعات نے جڑ پکڑ لیے تھے، امام ابن تیمیہؒ نے انبیاء علیہم السلام کی نیابت کا فریضہ انجام دے کر ان کی پرزور تردید کی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

Bibliography / کتابیات

* Al-Bukhārī, Muḥammad ibn Ismāʿīl. *Ṣaḥīḥ al-Bukhārī.* Cairo: Dār al-Salām, 1422 AH.
* Al-Ṭabarī, Abū Jaʿfar Muḥammad ibn Jarīr. *Tafsīr al-Ṭabarī.* Beirut: Dār al-Kutub al-ʿIlmīya, 1997.
* Ibn Kathīr, Ismāʿīl ibn ʿUmar. *Tafsīr Ibn Kathīr.* Riyadh: Dār al-Salām, 1420 AH.
* Al-Ghazālī, Abū Ḥāmid Muḥammad ibn Muḥammad. *Iḥyāʾ ʿUlūm al-Dīn.* Beirut: Dār al-Maʿrifa, 1980.
* Ibn Taymiyya, Taqī al-Dīn Aḥmad. *Majmūʿ al-Fatāwā.* Riyadh: King Fahad Complex for Printing, 1416 AH.
* Al-Jurjānī, ʿAbd al-Qāhir ibn ʿAbd al-Raḥmān. *Dalāʾil al-Iʿjāz.* Cairo: Maṭbaʿat al-Istiqāma, 1954.
* Al-Zamakhsharī, Maḥmūd ibn ʿUmar. *Al-Kashshāf.* Beirut: Dār al-Kutub al-ʿIlmīya, 1995.
* Ibn Hishām, ʿAbd al-Malik. *Sīrat Ibn Hishām.* Cairo: Muṣṭafā al-Bābī al-Ḥalabī, 1936.
* Al-Rāghib al-Iṣfahānī. *Mufradāt Alfāẓ al-Qurʾān.* Beirut: Dār al-Maʿrifa, 2000.